

## اصل تارکین وطن کون ہیں؟

میر امام اسد ہے۔ اقتصادیات میں ڈگری حاصل کر رہا تھا کہ والد صاحب وفات پا گئے۔ تعلیم چھوڑ کر دینے منتقل ہونا پڑا۔ آٹھ سال سے یہاں ٹیکسی چلا رہا ہوں۔ نوجوان کی عمر تقریباً چالیس برس تھی اور بات چیت میں حد رجھے متاثر موجود تھی۔ تین سال سے پاکستان نہیں جاسکا۔ اسد کی بات سن کر میں چونک گیا۔ مگر کیوں؟ کمپنی تو آپ کو ہر سال تنخواہ کے ساتھ چھٹی دیتی ہے۔ اسد نے جواب دیا کہ چھٹیوں میں کام کر کے دگنا پیسے کا لیتا ہوں۔ اور اس طرح ملتان میں میری فیملی ٹھوڑی سی بہتر زندگی گزار لیتی ہے۔ کمانے والا صرف ایک ہوں۔ چھوٹے بھائی کو ایک مغربی ملک میں بھجوایا ہے۔ اور وہ بھی وہاں ٹیکسی چلاتا ہے۔ اسد کی باتیں کافی دلچسپ تھیں۔ میں بھی کام کی وجہ سے کچھ دنوں کے لئے دینے اور لندن گیا ہوا تھا۔ اور حد رجھے مصروفیت کے عالم میں تھا۔ یہ ٹیکسی ڈائیور مجھے دینے میں ملا اور تقریباً تیس منٹ کی مسافت پر ایک جگہ پر لے کر جا رہا تھا۔ عادت ہے کہ اب اکثر خاموش رہتا ہوں۔ کیونکہ زندگی میں اتنا اتار چڑھا ودیکھا ہے کہ بے مقصد گفتگو زندگی کا زیاد سالگرتا ہے۔ ویسے بھی عمر کے ساتھ ساتھ چھٹگی اور سنجیدگی کی کمان آپ کو گرفت میں لے لیتی ہے۔ اسد کی باتوں کو انہماں سے سن رہا تھا۔ پچھلے سال والدہ کا انتقال ہو گیا۔ کمپنی نے چھٹی نہیں دی۔ اور میں اپنی عزیز ترین ہستی کی تدبیں میں شرکت نہیں کر سکا۔ اس کی آواز میں درد تھا۔ اور آنکھوں میں آنسو۔ گاڑی کو ایک طرف روک کر کہنے لگا کہ دل کا بوجھہ ہلکا کر رہا ہوں۔ کیونکہ معلوم ہے کہ آپ ایک لکھاری ہیں۔ شاید میرے اور میرے جیسے ان گنت پاکستانیوں کی اصل صورتحال پر کچھ لکھ پائیں۔ جب اسد نے اپنی والدہ کے جنازے کی گفتگو کی تو اس کی ہچکیاں بندھ گئیں اور ضبط کے سارے بندھن توڑ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کرو نے لگ گیا۔ اپنی حالت ایسی ہو گئی جس میں میری آنکھوں میں سے بادل بر سنبھل گئے۔ خیر میں منٹ کی مسافت میں اسد نے دینے میں مقیم پاکستانی مزدروں، ٹیکسی ڈرائیوروں اور معمولی نوکری کرنے والوں کے متعلق کھل کر گفتگو کی۔ میں آدھی دنیا دیکھ چکا ہوں اور اب سفر صرف اس صورت میں کرتا ہوں جب کوئی کار و باری معاملہ ہو۔ مگر اس ٹیکسی ڈرائیور یعنی اسد کی باتوں نے مجھے چھوڑ کر رکھ دیا۔ اور ایک بات بلکہ ایک نہیں دو باتیں۔ حد رجھے کی سنجیدگی سے کہنے لگا کہ پاکستانی سیاست دانوں اور مقتدر لوگوں کے محل دینے کے قیمتی ترین علاقوں میں ہیں۔ جن میں سے ایک علاقے کا نام دینے ہلز ہے۔ دینے سے تھوڑا سا آگے ہمارے صفا اول کے ایک سیاست دان نے ایک مکمل جزیرہ یا ایک ریاستی ٹکڑا خرید رکھا ہے۔ اور اس میں محیر و عقول محلات موجود ہیں۔ یہ ملکی سیاست دان اکثری وی پر آ کر پاکستان کی تقدیر بد لئے کی باتیں کرتے ہیں۔ اور غریب آدمی کی قسمت بد لئے کا بند و نگ دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ اسد نے بہت سے ایسے پردہ نشینوں کے نام بتائے۔ جن کی جائیداد کار و بار اور تجارتی سلطنتیں وہاں موجود ہیں۔ نام لئے بغیر عرض کرتا ہوں کہ ٹرالوں کی سب سے بڑی کمپنی سندھ کے ایک نوجوان سیاست دان کی ہے۔ آگے کیا عرض کروں بلکہ کیوں عرض کروں۔ دل تو چاہتا تھا کہ اپنے ملکی حالات کا مرثیہ اس ٹیکسی ڈرائیور کے سامنے جگہ پیٹ کر بیان کروں۔ مگر ایسا کرنے پا یا۔ ہاں اب دوسرے نقطے کی طرف ضرور آؤں گا۔ پچھلے مہینے دینے کا کوئی قومی تہوار تھا۔ اس دن عام تعطیل تھی۔ لاکھوں لوگ اپنے ملک سے محبت کرنے کے جذبے سے سرشار ہو کر ایک بہت بڑے میدان میں جمع ہو رہے تھے۔ لاکھوں آدمی، ان گنت گاڑیاں اور بے شمار جنڈے۔ اس موقع پر پاکستان سے تعلق رکھنے والے کئی لوگوں نے اپنی گاڑیوں کے پیچھے بانی تحریک انصاف کی تصاویر لگائی ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ میں نے چند مقامی شہریوں کی گاڑیوں کے پیچھے بھی ایسی ہی تصاویر دیکھیں۔ مجھے یہ تو گمان تھا کہ تحریک انصاف سے عشق کرنے والے تارکین وطن کے علاوہ کچھ مقامی لوگ بھی بانی تحریک انصاف کی تصاویر اپنی گاڑیوں پر سجا تھے ہیں۔ شاید ہمیں یہاں احساس نہیں ہے کہ ہمارے پاکستانی بھائی اور بھینیں جو غیر ممالک میں مختت کر کے ملک میں موجود اپنے خاندان کی کفالت کرتے ہیں۔ وہ کتنے کرب کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اور وہ پاکستان کے سیاسی حالات سے کس قدر بدل ہیں۔ میں ان کی عظمت کو سلام پیش کرتا ہوں۔ وہ اصل پاکستانی ہیں جو ملک کی میعادت اپنے ہو سے چلا رہے ہیں۔ اگر یہ پاکستان میں پیسہ بھیجنے بند کر دیں تو پاکستان کا معاشی ڈھانچہ زمین بوس ہو جائے گا۔ میر املکی سیاست سے کوئی لینا دینا نہیں۔ تج پوچھئے تو میں سیاست کے داؤ پنج پکین سے دیکھ رہا ہوں۔ مگر بھی بھی سیاست دانوں پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں۔ معاملہ بانی تحریک انصاف کا حامل نہیں۔ مسئلہ صرف ایک ہے اور مقتدر طبقے اس سے بھر پور طریقے سے واقف ہیں۔ لیکن وہ بھی نظریں چرار ہے ہیں۔ بانی تحریک انصاف کا سیاسی اور سماجی قدار و وزیر اعظم کے رتبے سے بڑھ چکا ہے۔ قیاس ہے کہ اب وہ بذات خود ہر سر کاری عہدے سے بڑا ہو چکا ہے۔ قطعاً یہ عرض نہیں کر رہا کہ بانی تحریک انصاف نے اپنے دور اقتدار میں مہیب غلطیاں نہیں کیں۔ بالکل کی ہیں۔ لیکن اب مختلف سنجیدہ سوالات اٹھ چکے ہیں۔ کیا بانی تحریک انصاف عوامی سطح پر کسی بھی طور پر کمزور ہوا ہے؟ کیا جیل میں رہنے سے اس کی سیاست پر کوئی فرق پڑا ہے؟ کیا اس کے بغیر پاکستان میں کسی قسم کا سیاسی استحکام آسکتا ہے؟ ان تمام سوالات کا جواب ہر ایک کو معلوم ہے۔ بطور وزیر اعظم بانی تحریک انصاف کی مقبولیت ہر درجے کمزور سطح پر تھی۔ اس کی ہمیشہ بے ترتیب سے فیصلے کرنے کی عجلت پر انگلیاں اٹھائی جاتی تھیں۔ تمام فہمیدہ طبقے خان صاحب کی سیما بی طبیعت سے گھبرا چکے تھے۔ ان کی اپنی کمزور سیاسی ٹیم تحریک انصاف کو زمین میں فلن کر جکی تھی۔ مگر جب اسے وزارت اعظمی سے نکالا گیا تو آہستہ آہستہ اس کے بیانیے نے دلوں میں جگہ بانی شروع کر دی۔ جن لوگوں نے اس پر مقدمات قائم کر کے اسے پابند سلاسل کیا، انہیں احساس ہی نہیں تھا کہ وہ بانی تحریک انصاف اور اس کی سیاسی پارٹی پر کتنا احسان کر رہے ہیں۔ غیر متعصب تحریکیں کھل کر بتا رہا ہے کہ اب خان کو سیاسی شکست نہیں دی جاسکتی۔ سو شل میڈیا پر اس کا بیانیہ مجہول ہونے کے باوجود لوگوں کو پسند آچکا ہے۔ شدید ترین جذباتی نوجوان طبقے کو اپنی گرفت میں لے چکی ہے۔ اس جذباتی سے ملک ترقی کرے گا یا نہیں۔ اس کے متعلق ہر طرح کی رائے موجود ہے۔ گزارش کرنے کا مقصد صرف ایک ہے کہ جن لوگوں نے بانی تحریک انصاف کو مقدمات اور جیل کے ذریعے کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ دراصل وہ تحریک انصاف اور اس کے قائدین کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ مسلم لیگ ن، کوئی سیاسی بیانیہ بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ کچھ ادارے مسلم لیگ ن کے ساتھ کھڑے ہیں۔ مگر مسلم لیگ ن کو عوامی پذیرائی نہیں مل رہی۔ تین باروزیرا عظم رہنے والا شخص کھل کر ایکشن کی مہم چلانے سے بچھک رہا ہے۔ کیا بار اور خور دعوام کو اپنا ہمونا بنا سکتا ہے۔ یہاں کے پی کی سیاست کے دو کرداروں کا ذکر کرنا تو می خواہ میں ضروری سمجھتا ہوں۔ پوری دنیا میں غزہ کے لئے بھر پور ہمدردی کے جذبات ہیں۔ مغربی ممالک کے لوگ بہت بڑی تعداد میں اسرائیل کے خلاف فقید المثال جلسے کر رہے ہیں۔ مگر مسلمان ممالک میں سے ایک قائد بھی حماس کی قیادت کو ملنے قطع نہیں گیا۔ اس لئے کہ ہر مسلمان ملک اپنے قومی مفادات کو ترجیح دے رہا ہے۔ اور یہی موجودہ دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ مگر حماس کی قیادت کو ملنے کے لئے کہ پی سے تعلق رکھنے والے مذہبی جماعتوں کے دو جیبد سیاست دان قطر تشریف لے گئے اور حماس کی اولین قیادت کے ساتھ فوٹو سیشن کروائے۔ اس سے پاکستان کو سفارتی سطح پر کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسے بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ ہندوستان کی قیادت نے ہمارے مذہبی جماعتوں کے قائدین اور حماس کی قیادت کے درمیان ہونے والی میٹنگ کو اتنا منفی طور پر پیش کیا کہ پاکستان کو مزید سفارتی تہائی کا شکار ہونا پڑا۔ خیریہ بات کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔ آج کا کالم تو سد جو دینے میں ٹیکسی چلاتا ہے کے نام ہے۔ گزارش ہے کہ اصل تارکین وطن کون ہیں۔ ملک کا خون چونے والی اعلیٰ ترین قیادت یا اپنے خون پسینے سے ملک کی میعادت کو کھڑا رکھنے والے بیرون ملکوں میں کام کرنے والے مختت کش!